السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فتاویٰ نذیریہ میں بحوالہ مستدرک حاکم وابن جریر حدیث مرقوم ہے۔ اِن اللہ خلق سبعین أرضین فی کل أرض کآدمکم ونوح کنوحکم وإبراہیم کإبراہیمکم وعیسی کعیسکم ونبی کنبیکم (الولید بن عبداللہ بن جمیع الزہری الوکوفی کے بارے میں اقوال ائمہ جرح وتعدیل اور مزید تفصیلات کے لیے درج کتابوں کی طرف رجوع کرنا مناسب ہوگا

1-التاریخ الکبیر للبخاری (2511)147-146/8)
2-التہذیب 130-138/11.
3-تقریب التہذیب ص : 37.
4-الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم الرازی 9/8.
5-معرفۃ الثقات للعجلی (1934)2/342.
6-لسان المیزان 337/4.
7-میزان الاعتدال (9362)4/337.
8-الکاشف للذہبی (6180)210/3.
9-الثقات لابن حبان 492/5.
10-کتاب المجروحین من المحدثین والضعفاء والمتروکین 3/78/79-11/ الخلاصۃ ص : 416.)

اس حدیث میں مشبہ بہ آدم ونوح وابراہیم وعیسی ونبی آخرالزمان کے حالات تو معلوم ہیں، لیکن مشبہ کے حالات وتشریحات معلوم نہیں ہوئے، سات زمین کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اس نے سات طبق زمینوں کی پیدائش مراد ہے، یا اس دنیا کے سات براعظم وملک مراد ہیں، جو کتب جغرافیہ سے معلوم ومشہور ہیں، سات زمین اور سات آسمانوں کی پیدائش تو قرآن پاک سے ثابت ہے لیکن اس حدیث سے مشبہ کے حالات ظاہر نہیں ہوئے شروح وکتب محققین کے حوالہ سے واضح کردیجئے تاکہ حدیث مذکورہ کا مفہوم صاف صاف ذہن نشین ہوجائے؟

سائل : تاچیز ہیچمداں عبدالعزیز مدرس ساکن موضع سئی جوگھا ڈاکخانہ کٹرہ بازار ضلع گونڈہ، مورخہ 9 فروری 1945ء

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاۃ والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

قرآن سے صرف اس قدر ثابت ہے کہ سات آسمانوں کی طرح سات زمینیں بھی ہیں اور اسی قدر حدیث صحیح مرفوع سے بھی ثابت ہے۔ ہمارے لیے صرف اسی قدر پر ایمان رکھنا ضروری اور لازم ہے ساتوں آسمانوں کی خبر تفصیلات کی طرح ساتوں زمینوں کی تفصیلی کیفیت کسی صحیح مرفوع حدیث سے ثابت نہیں۔ عبداللہ بن عباس کی یہ حدیث موقوف ہے جو غیر مشاہد اور غیر محسوس چیز کے بارے میں کافی نہیں ہوسکتی پس اس پر ایمان لانا کچھ لازمی نہیں تفصیل اور بسط دلیل الطالب میں دیکھئے، ہاں سات زمینوں سے سات براعظم وملک مراد لینا درست نہیں ہے، کیوں کہ اگر یہ مراد ہو تو زمین کو سات آسمان کی طرح بتانے کا کوئی مطلب نہیں ہوگا فافہم وتامل۔

کتبہ عبیداللہ المبارکفوری الرحمانی المدرس بمدرسۃ بمدرسۃ دار الحدیث الرحمانیہ بدہلی۔ خواجہ حسن نظامی اور قیامت!

یہ امر ایک حد تک تمام مسلمانوں کے قلب میں جما ہوا ہے کہ قیامت کا دن بہت قریب ہے، خواہ وہ اس کے مطابق عمل کریں یا نہ کریں، لیکن بے ساختہ لوگوں کی زبانوں سے نکل جاتا ہے کہ یہ زمانہ قریب قیامت کا ہے، جب کوئی بڑی بات کوئی بڑا حادثہ ہوتا ہے تو اس وقت یہ آواز زیادہ سنائی دیتی ہے۔ زلزلہ قحط یا کسی اعجوبہ کا ظہور یا جنگ عظیم!! یہ سب اس کی تازہ کرنے والی چیزیں ہیں جنگ طرابلس کے بعد بلقان کی جنگ نے اس کو ذرا زیادہ بڑھایا۔ اب عالمگیر جنگ نے تو یقین دلایا دیا کہ بس اب عنقریب وہ باتیں ظہور میں آنے والی ہیں جو قیامت قائم ہونے کی پہلی علامت قرر دی گئی ہیں۔ خواجہ حسن نظامی کا نام عنوان مضمون میں اس واسطے دیا گیا کہ جنگ طرابلس کے وقت سے انہوں نے خواب اور پشین گوئیوں کو ملا کر پانچ یا چھ رسالے اس باب میں چھاپ ڈالے، چونکہ مسلمانوں کے قلوب بعض اسلامی ممالک کے نکل جانے سے ایک گونہ بے چین ہو رہے تھے، وہ رسالے ہاتھوں ہاتھ لیے اور ہزاروں کے تعداد میں بکے، رسالہ سنوسی وغیرہ میں زیادہ تر مدار ان کے خواب پر ہے، لیکن اسی سلسلہ میں ایک رسالہ کتاب الامر کے نام سے شائع کیا ہے، جس میں سب سے زیادہ خرابی جو ہے وہ یہ ہے کہ حدیثوں میں قیامت کے علامتیں جو دخان وغیرہ میں مذکور ہیں، ان کی ایسی تاویلیں کی ہے کہ الامان! غالبا اس سے بڑھ کر تاویل القول بما لا یرضی قائلہ کی مثل ملنی مشکل ہے مثلا : علامات قیامت سے ایک علامت دخانی بیان کی گئی ہے، اس کی تاویل انہوں نے تما کو سے کی ہے، اور وہ بھی نوشیدنی اور خوردنی دونوں لیکر اس سے عمومیت اور کثرت ثابت کی ہے، یہ ایسی تاویلیں ہیں کہ اس سے اہل حدیث کی خواہ نخواہ ایک طرح کی تشویش پیدا ہوتی ہے، اس لیے کہ یہ تاویل ''ویلحدون فی آیاتنا،، (ہماری آیتوں اور نشانیوں میں کجی اختیار کرتے ہیں) کی مصداق یہ کہتا ہے کہ کہ جس بات پر آثار دلالت کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ اس امت کی مدت ایک ہزار سال سے زیادہ سے زیادہ ہوگی، لیکن وہ زیادتی پانچ سے سو سے آگے نہ پڑھے گی (غرض کہ 150 میں قیامت قائم ہوگی)، آج ہم دیکھتے ہیں کہ امام سیوطی کا یہ دعوی بھی غلط ہوگیا کیونکہ امام صاحب نے اپنے زمانہ میں (جو 898ھ کا زمانہ ہے) ایک ہزار رسنہ میں قیامت آنے کو اسی لیے باطل فرمایا تھا کہ طلوع شمس از مغرب وخروج دجال وظہور مہدی ونزول عیسیٰ علیہما السلام وجملہ علامات قیامت کے لیے دو سو برس کا زمانہ چاہیے، اور خروج دجال کا وقت اخیر صدی ہے۔ پس اس

حساب سے ابھی دو برس زائد ہوجاتے ہیں اور مجموعہ اوقات ہزار سے بڑھ جاتا ہے اور ایک ہزار سال میں صرف ایک سو مال باقی ہے۔ پس یہ کہنا کہ ایک ہزار کے خاتمے پر قیامت ہوگی غلط ہوگیا۔ انتہی۔

لیکن میں عرض کرتا ہوں کہ امام سیوطی کی اسی تقریر سے ان کا دعویٰ بھی باطل ہوجاتا ہے کیونکہ دجال کا خروج اخیر صدی ہے۔ اور جملہ علامات کے لیے دو سو برس کا زمانہ چاہیے پس 1400 کے خاتمہ میں دجال کا خروج ہے اور دو سو برس اس کے بعد چاہیے، پس مجموعہ ایک ہزار چھ سو برس ہوجاتے ہیں۔

اس بات یہ ہے کہ جس بات کو اللہ پاک نے اس طرح مخفی رکھا ہے، کہ اپنے رسول تک کو نہ بتایا مقربین فرشتوں کو بھی نہ بتایا۔ تمام مقربین بندوں کے بارے میں ''وما یشعرون اَیان یبعثون،، یعنی ''ان بندوں کو یہ خبر بھی نہیں کہ ہم کب اٹھائے جائیں گے،، اور فرمایا: ''فیم انت من ذکرھا الی ربک منتھا ھا،، اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرئیل کے جواب میں ''ما المسؤل عنہا باعلم من السائل، لایعلمھا الا اللہ تعالی،، (مشکوۃ) ان شاء اللہ آئندہ ہم نے اس کو مفصل بیان کریں گے اور ایک ایک تاویل کو جو انہوں نے علامات قیامت میں کی ہے دکھائیں گے۔ فانتظروہ

تاریخوں کے دیکھنے سے برابر نہایت واضح ہوجاتا ہے کہ زمانہ میں کوئی ہائلہ واقع پش آیا ہے۔ تو حدیثوں کی پشنگوئیوں کی طرف لوگوں کی توجہ ہوجاتی ہے۔ اسلام میں جب تاتاریوں کا فتنہ ہوا۔ اس کو لوگوں نے یاجوج ماجوج سے تاویل کی اور یقین ہوگیا کہ بس اب سد سکندری ٹوٹ گئی اور ''فاِذا جاء وعد ربی جعلہ دکاء وکان وعد ربی حقا،، کا زمانہ آگیا۔ اسی طرح جب جب کوئی زلزلہ شدید یا قحط شدید آیا تو اسی طرح کا گمان ہوا اور ہونا بھی چاہیے۔ کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ ابر و باد کا سامان بھگرا گھبرائے اٹھتے جیسا کہ حضرت عائشہ کی روایت اس باب میں صریح موجود ہے۔

امام سیوطی کے زمانے میں جو 898ھ کا زمانہ تھا، ایک مفتی صاحب نے ایک موضوع مگر لوگوں میں شہرت یافتہ حدیث کی بناء پر، یہ فتویٰ دیا کہ 1000 میں امام مہدی آخرالزمان صاحب الامر اور دجال کا ظہور ہوگا، اور عیسیٰ آسمان سے اتریں گے، اور نفخ صور وغیرہ علامات قیامت ظاہر ہوجائیں گے۔

وہ حدیث موضوع یہ ہے: اِن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لایمکث فی قبرہ اَلف سنۃ،، یعنی نبی ﷺ اپنی قبر میں ہزار سال تک نہ رہیں گے،، امام سیوطی پر جب یہ فتویٰ پش کیا گیا، تو بہت ناخوش ہوئے اور فرمایا کہ: بالکل غلط ہے اور یہ حدیث موضوع ہے۔ اور در حقیقت تھی بھی غلط لیکن امام صاحب نے اپنی وسعت نظر اور وسیع معلومات کی بناء پر جو فتویٰ دیا وہ بھی اس زمانہ میں آکر غلط غلط ہوگیا۔ امام صاحب نے یہ دعویٰ کیا: ''فاَقول اَولا: الذی دلت علیہ الآثار، اَن مدۃ ہذہ الاَمۃ تزید علی اَلف سنۃ، ولایبلغ الزیادۃ خمسۃ مائۃ،، یعنی اس دعوی کو غلط ٹھرانے کے بعد میں پہلی بات آثار اور اقوال صحابہ اور اسرائیلی ہے ہم کیونکر جان سکتے ہیں۔ حقیقت امر یہ ہے کہ بہت سی باتوں اور زمانہ بتا دیتا ہے کہ یہ غلط ہے جیسے معلوم نہیں کہ منعقد میں کیا سمجھتے ہوں گے۔

پس ہمیں قیامت کا علم اسی کے حوالہ کرنا چاہیے جس نے فرمایا ہے: ''لا یجلیھا لوقتھا الا ھو،، یعنی ''قیامت کو اپنے وقت پر وہی ظاہر کرے گا،، اور فرمایا: ''واجل مسمی عندہ،، وقت مقرر اس کے پاس ہے،، یعنی: اس کا علم کسی کو نہیں ہے۔ معلوم نہیں کہ ابھی دنیا کب تک قائم رہے گی؟ اور کیا کیا رنگ بدلے گی اور کون کون سے نو اسنج اپنے اپنے وقت پر آکر نوا سنجی کریں گے؟ اور کون کون صاحب حکومت اپنی اپنی فرعونیت دکھلائیں گے؟۔

امام صاحب نے اپنے رسالہ کا نام تو بہت صحیح فرمایا الکشف عن مجازوۃ ھذا الامۃ الف لیکن دعوی غلط فرمایا: ''اِن مدۃ ہذہ، الاَمۃ تزید علی الاَلف، ولایبلغ الزیادۃ خمسمائۃ،، شائد امام صاحب کی یہ غرض ہو کہ آثار خواہ ضعیفہ ہوں یا کسی قسم کے وہ دلالت کرتے ہیں کہ یہ امت پندرہ سو برس سے آگے نہ بڑھے گی، خود امام صاحب کا یہ دعویٰ نہ ہو۔

بہر حال ساری بحث اور مرور زمانہ سے یہی پتہ چلتا ہے، کہ نص قرآنی اور صحیح حدیثوں کے مقابلے میں آثار ضعیفہ بالکل بیکار ہوجاتے ہیں۔ صحیح حدیث اور قرآن نے صاف صاف فرما دیا تھا کہ قیامت کا وقت اس امت کی عمر کوئی نہیں جانتا، لیکن آثار ضعیفہ سے معلوم ہوا کہ دنیا کی عمر سات ہزار برس ہے، اور رسول اللہ ﷺ ساتویں ہزار کے تھوڑا قبل دنیا میں تشریف لائے، لیکن مرور زمانہ نے اس ضعیف نہیں بلکہ موضوع اثر کو غلط کر دیا، اور یہ قاعدہ مسلم رہا کہ نقل صحیح عقل صریح کے مخالف نہیں۔

عبدالسلام مبارکپوری (اہل حدیث امرتسر 16 جمادی الاول 1333   2 اپریل 1915ء)

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ شیخ الحدیث مبارکپوری

جلد نمبر 1

صفحہ نمبر 147

محدث فتویٰ